E-Content

Instructional Media Centre
Maulana Azad National Urdu University
Gachibowli, Hyderabad - 32
T.S. India

Subject / Course - M.A.Translation

Module Name/Title : Nisabi Kitabaon ke Tarajim, Masael aur Kamliyaat

DEVELOPMENT TEAM	
CONTENT	DDE SLM/ Prof. Mohd. Zafaruddin
PRESENTATION	Prof. Mohd. Zafaruddin
PRODUCER	Rizwan Ahmad

IMC MANUU
Instructional Media Centre
Maulana Azad National Urdu University
Gachibowli, Hyderabad - 32
T.S. India
//imcmanuu

پروفیسر محمد ظفرالدین
مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی
گچی باؤلی، حیدرآباد500032

نصابی کتابوں کے تراجم: مسائل اور کاملیت

اُردو میں تراجم کی گفتگو عموماً اس کے مسائل سے شروع کی جاتی ہے۔یعنی پہلے سے ہی ایک ہیولا بنا لیا جاتا ہے کہ' یہ وہ کام ہے جس میں مسائل اور دشواریاں حائل ہیں۔غالباً اُنہیں نفسیاتی اثرات کے تحت اس سیمنار کے وسیع تر موضوع میں بھی مسائل کو شامل کیا گیا ہے۔مگر مسائل کے ساتھ'' کاملیت'' کو شامل کرنا ایک نیک شگون ہے۔یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ ہمارا ترجمہ مسائل سے نبرد آزما ہوتے ہوئے کاملیت کی طرف گامزن ہے۔میں نے perfection کے لیے کاملیت کا لفظ استعمال کیا ہے۔یہ لفظ پروفیسر کلیم الدین احمد اور شان الحق حقی کی لغات میں موجود ہے۔

صاحبو!

نصابی کتابوں کا ترجمہ میرے نزدیک کوئی بہت مشکل ہدف نہیں ہے۔البتہ یہ بعض اصولوں اور محتاط رویے کا متقاضی ہے۔اگر ہم ان اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے سنجیدگی سے ترجمے کا عمل انجام دیں تو یقیناً معیاری نصابی تراجم کیے جاسکتے ہیں۔

منظرنامہ

نصابی تراجم کے مسائل اور کاملیت پر گفتگو کرتے ہوئے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں نصابی تراجم کی صورتحال پر ایک طائرانہ نظر ڈال لی جائے۔ اس ضمن میں یہ بڑی حیرت انگیز انکشاف ہوتا ہے کہ گزشتہ ایک دہائی میں ہندوستان میں جتنے بھی تراجم ہوئے ہیں' ظاہر ہے کہ میں اُردو تراجم کی بات کررہا ہوں' اُن میں ایک بڑی تعداد نصابی مواد کے تراجم کی ہے۔نصابی مواد میں درس وتدریس کے مقصد سے کیے جانے والے تمام تراجم شامل ہیں۔اس کا سلسلہ جموں وکشمیر' بہار' آندھرا پردیش' کرناٹک اور مہاراشٹر جیسی ریاستوں کی ٹکسٹ بک کمیٹیز سے لے کر قومی سطح پر نصابی کتابیں تیار کرنے والے ادارے این سی ای آر ٹی تک ملتا ہے۔ ریاستی حکومتیں اور این سی ای آر ٹی نصابی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے بڑی تعداد میں کتابیں تیار کروا رہی ہیں۔پہلی کوشش تو مختلف علوم کی کتابوں کو اُردو میں لکھوانے کی ہوتی ہے لیکن بعض دشواریوں کے سبب آخر آخر میں تراجم پر ہی اکتفا کرنا پڑتا ہے۔میرے علم میں ہندوستان میں کم از کم تین ایسی یونیورسٹیاں بھی ہیں جو اپنے فاصلاتی طریقہ تعلیم کے طلبا کے لیے باقاعدہ طور پر اُردو میں نصابی کتابیں ترجمہ کروا رہی ہیں۔سب سے پہلے فاصلاتی طریقہ تعلیم کی ہندوستان کی سب سے قدیم یونیورسٹی ڈاکٹر بی آر امبیڈکر اوپن یونیورسٹی ہے جس نے گریجویٹ سطح کے آرٹس اور سائنس کے تمام مضامین یعنی تاریخ' سماجیات' نظم ونسق عامہ' سیاسیات' طبیعات' علم کیمیا' ریاضی' حیاتیات اور نباتیات وغیرہ کی کتابیں اُردو میں ترجمہ کروالی ہیں۔اُنہوں نے غذا وتغذیہ کورس کا بھی اُردو ترجمہ کروایا ہے۔ان کی مجموعی تعداد سیکڑوں تک پہنچتی ہے۔دوسرا نمبر مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی کا ہے جہاں ڈاکٹر بی آر امبیڈکر یونیورسٹی کی آرٹس اور سائنس کی کتابیں تو نظر ثانی کے بعد استعمال کرلی گئیں لیکن کامرس کی 54 کتابیں ترجمہ کروائی گئیں۔وہاں کمپیوٹنگ کی 21' بی ایڈ کی 48 اور ڈی۔ایڈ کی 32 کتابیں ترجمہ کروائی گئی ہیں۔اس کے علاوہ بعض پوسٹ گریجویٹ کورسز کے تراجم بھی ہورہے ہیں۔اسی طرح ہلدوانی اُتراکھنڈ میں اُردو ذریعہ تعلیم سے گریجویشن کرنے کی سہولت ہے۔طلبا جس مضمون کو اختیار کرتے ہیں' یونیورسٹی اُس کے انگریزی نصاب کا اُردو میں ترجمہ کروادیتی ہے۔نالندہ اوپن یونیورسٹی پٹنہ اور جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی نے بھی اس سلسلے میں کچھ پیش قدمی کی ہے۔ فاصلاتی طریقہ تعلیم میں ہر برس مختلف تعلیمی پروگراموں میں ہزاروں داخلے ہوتے ہیں اور ان طلبا کی نصابی کتابوں کی ضرورت پوری کرنے کے لیے ہر برس لاکھوں

کی تعداد میں کتابیں اشاعت پذیر ہوتی ہیں جو ملک بھر میں پھیلے ہوئے طلبا تک پہنچا دی جاتی ہیں۔اس طرح یہ معلوم ہوا کہ نصابی تراجم نہ صرف بہ اعتبار حجم زیادہ ہو رہے ہیں بلکہ اِن تراجم کا دائرۂ رسائی بھی غیر معمولی حد تک وسیع ہے۔ بڑے پیمانے پر نصابی تراجم کے ذریعے مختلف علمی اور سائنسی مضامین ہماری زبان میں منتقل کیے جا رہے ہیں اور متواتر تجربے سے گزرنے کے سبب ترجمے کے مسائل حل کرنے میں مددگار ثابت ہو رہے ہیں۔ساتھ ہی زبان کی حد تک اُردو میں گرانقدر مواد کی منتقلی سے اُردو ثروت مند بنتی جا رہی ہے۔اگر ہم بعض نکات کا خیال رکھیں تو یقیناً تراجم کے مسائل پر قابو پایا جا سکے گا اور اس میں کاملیت بھی پیدا ہو سکے گی۔

اہمیت اور نزاکت

ترجمہ ایک نازک فن ہے۔اس میں توجہ،مستعدی اور انہماک کی حد درجہ ضرورت ہوتی ہے۔اس کی اہمیت وافادیت کا اندازہ گوئٹے کے اس قول سے لگایا جا سکتا ہے کہ''جملہ امورِ عالم میں جو سرگرمیاں سب سے زیادہ اہمیت اور قدر و قیمت رکھتی ہیں،ان میں ترجمہ بھی شامل ہے۔''

''ایلیٹ کے مضامین'' کے مصنف جمیل جالبی ترجمہ کے مزاج اور اس کی اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''ترجمہ کا مزاج اصل تحریر کے مزاج سے الگ ہوتا ہے۔ترجمہ کے ذریعے زبان ایک نئے مزاج سے روشناس ہو کر پھیلتی اور بڑھتی ہے۔ نئے لہجوں اور جملوں کی نئی ساخت کو اپنے مزاج میں جذب کر کے اظہار کی نئی قوتوں سے متعارف ہوتی ہے۔ترجمہ کی اہمیت یہی ہے کہ ایک طرف تو اس کے ذریعے نئے خیالات زبان میں داخل ہوتے ہیں،جس سے ذہنی جذب وقبول کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ دوسرے،زبان کی قوت اظہار میں نئے امکانات پیدا ہونے لگتے ہیں اور وہ زبان بھی سنجیدہ خیالات کے بیان پر قدرت حاصل کر کے احساس وخیال کی نئی نئی تصویریں اُبھارنے کی اہل ہو جاتی ہے۔'' ص۔9

ترجمہ کی اہمیت بنیادی طور پر اس لیے ہے کہ اس کے ذریعے ہم دوسری زبانوں کی ادبیات اور علوم وفنون سے واقفیت حاصل کرتے ہیں۔مگر ترجمہ کو آج تک تخلیق کا درجہ حاصل نہیں ہو سکا اور نہ ہی مترجمین کو خالص ادب تخلیق کرنے والے ماہرین کے مساوی تصور کیا گیا لیکن غور سے دیکھا جائے تو بعض تحریریں جو ترجمہ کے ذریعے ہمارے سامنے آتی ہیں ان میں ترجمہ کا گمان بھی نہیں ہوتا اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ترجمہ اصل تخلیق سے بھی بہتر معلوم ہونے لگتا ہے۔جب اصل تحریر سے ترجمہ بہتر معلوم ہونے لگے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مترجم نہایت قابل،زبان داں اور متعلقہ مضمون کا ماہر ہے۔وہ ادب کے ساتھ ساتھ حسب ضرورت سماجی علوم اور تاریخ وثقافت اور جغرافیہ واقتصادیات پر بھی دسترس رکھتا ہے۔اگر کوئی مترجم ترجمہ کرنے کی جملہ صفات سے متصف ہو تو اس کے ترجمے میں ضرور کاملیت نظر آئے گی۔اور اس کے ترجمے کا عمل ضرور قابل تحسین ہوگا۔

ترجمہ ایک اہم ذمہ داری اور دشوار گزار راہوں سے گزرنے کا عمل ہے جس میں تخلیقی صلاحیت کے ساتھ ساتھ علمی وسعت کی ضرورت پیش آتی ہے۔ پروفیسر عنوان چشتی نے درست لکھا ہے:

> ''ترجمہ ایک زبان سے دوسری زبان میں انتقال خیال کا سادہ عمل ہوتے ہوئے بھی ایک پیچیدہ عمل ہے۔ یہ عمل خالص اور کسی قدر تخلیقی نوعیت کا ہے،ترجمہ کرتے وقت مترجم ابلاغ اور ترسیل کے مسائل سے دوچار ہوتا ہے۔ اس لیے ترجمے کے عمل کے لیے تحقیقی ریاضت،تنقیدی بصیرت اور تخلیقی صلاحیت کی ضرورت ہے۔اس مثلث کا ہر زاویہ اور ہر خط اپنی جگہ موزوں اور متوازن ہونا بھی ضروری ہے۔''
>
> (بحوالہ ترجمہ کا فن اور روایت۔ڈاکٹر قمر رئیس۔ص276)

میں یہاں چند مثالیں پیش کرنا چاہتا ہوں جن سے اندازہ ہوگا کہ وہ مترجمین جن کے اندر ایک اچھے مترجم کی صفات موجود نہیں تھیں اور جو دونوں زبانوں کے رموز اور اصطلاحات سے بخوبی واقف نہیں تھے‘ ان سے کس طرح کی فاش غلطیاں سرزد ہوئیں۔ حالانکہ انہوں نے لفظی طور پر جو ترجمہ کیا وہ ان کی صوابدید کے مطابق درست تھا‘ لیکن ان کی کمی یہ تھی کہ وہ انگریزی کی لفظیات‘ اصطلاحات اور محاوروں سے واقف نہیں تھے۔

’’اُردو زبان کے کسی پروفیسر نے ایک تنقیدی کتاب پر انگریزی میں مضمون لکھا۔ اُردو کی اس تنقیدی کتاب میں جا بجا ادبی تنقید کی اصطلاحیں مثلاً واقعیت نگاری اور حقیقت نگاری استعمال ہوئی تھیں۔ انہوں نے ترجمہ کرتے وقت دونوں اصطلاحوں کا صرف لغوی مفہوم ٹٹول کر دونوں کو ہم معنی سمجھا اور ان کے لیے اپنے انگریزی تبصرے میں fact finding اور fact writing کی ترکیبیں استعمال کر ڈالیں جو دراصل کسی سرکاری رپورٹ یا کسی کالج کی ریسرچ سوسائٹی کے معاملات میں استعمال ہونا چاہیے تھیں۔ ’’حقیقت نگاری‘‘ اور ’’واقعیت نگاری‘‘ کا فرق تو ترجمے کی عبارت سے غائب ہوا ہی تھا اب یہ دونوں جو تنقیدی اصطلاحیں اور ادبی رجحان رہے ہیں‘ ان کا مفہوم بھی رُخصت ہوگیا۔ کیونکہ realism اور naturalism کو ’’فیکٹ فائنڈنگ‘‘ سے دور کی بھی نسبت نہیں۔ اُردو سے انگریزی میں ترجمہ کرنے والے پروفیسر انگریزی پر اچھا خاصا عبور رکھتے ہیں‘ اُردو کی تعلیم دیتے ہیں۔ لسانیات کی سائنس سے مناسب حد تک واقف ہیں۔ پھر بھی جس موضوع کی اصل عبارت تھی‘ چونکہ وہ موضوع سے غافل تھے‘ بھٹک گئے۔‘‘ (بحوالہ فن ترجمہ نگاری۔ ڈاکٹر خلیق انجم)

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ترجمہ کرتے وقت مترجم کو اصل عبارت کا مفہوم واضح نہ ہو اور اصل کی عبارت اُلجھی ہوئی ہو۔ یا ایسا جملہ موجود ہو کہ ایک کی بجائے کئی معنی نکلتے ہوں۔ ایسی حالت میں مترجم کو کیا کرنا چاہیے۔ ایسی صورت میں کیا اسے بس اپنے صوابدید پر قناعت کر کے اسے حل کر لینا چاہیے۔ یا اُسے سیاق و سباق کی روشنی میں‘ لغات کی مدد سے مصنف کے مافی الضمیر تک پوری طرح پہنچنے کی سعی کرنی چاہیے؟ ظاہر ہے کہ جواب موخر الذکر ہوگا۔

ترجمے میں غلطی ایک دوسری مثال Revolution is round the corner ہے جس کا ترجمہ مترجم نے ’’انقلاب کونے میں کھڑا ہے۔‘‘ کیا تھا۔ اس موقع پر معروف روزنامے قومی آواز کے ایک ساتھی کا وہ ترجمہ بھی یاد آتا ہے جب اُنہوں نے stationary train کا ترجمہ اسٹیشنری سے لدی ہوئی ٹرین کیا تھا۔ ممتاز محقق رشید حسن خان نے اپنی کتاب ’’ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ‘‘ میں ایسی کئی مثالیں پیش کی ہیں جہاں مترجم کو فارسی زبان پر عبور نہ ہونے کی وجہ سے غچہ کھانا پڑا۔ ایک مثال یوں ہے کہ اصل متن میں میر ضیا نام کے طور پر استعمال ہوا جبکہ ترجمے میں وہ ’’میر کی ضیا پاشی‘‘ بن گیا۔ یہی سبب ہے کہ مترجمین کے لیے دونوں زبانوں پر قدرت کے ساتھ سیاق وسباق اور متعلقہ مضمون سے واقفیت بھی ضروری قرار دی جاتی ہے۔

بتدریج ذہنی ارتقا اور لفظیات و اصطلاحات

نصابی کتابوں کے تراجم بہ نسبت عام تراجم کے قدرے مختلف ہوتے ہیں۔ چونکہ نصابی کتابیں مخصوص درجے کے طلبا و طالبات کے لیے ہوتے ہیں جن کی فکری سطحیں ان کی عمر کے لحاظ سے نیم پختہ ہوتی ہیں اور کبھی پختہ کار ہوتی ہیں۔ ایسی صورت میں مترجم کے لیے لازم ہوتا ہے کہ وہ جب ترجمے کا عمل انجام دے تو طلبا کی نفسیات‘ ان کی ذہنی کیفیات اور ان کی فکری جہات کو مدنظر رکھے۔ جملوں کی ساخت‘ الفاظ کی بندش‘ فقروں کی درستی اور محاوروں کے استعمال میں سلاست‘ روانی اور سہل پسندی کو ملحوظ خاطر رکھے۔ اصطلاحات اور خصوصاً سائنسی اصطلاحات کے استعمال کے وقت زیادہ علمیت‘ عربی فارسی کی آمیزش سے کام نہ لے بلکہ جو اصطلاحیں مروج ہیں‘ خواہ وہ انگریزی زبان کی ہوں یا عربی یا فارسی زبانوں سے ماخوذ ہوں‘ ان کا استعمال کرلے اور اگر ممکن ہو تو قوسین میں ان کی وضاحت

کردے۔اصطلاحات سے متعلق شہباز حسین اپنے مقالے بعنوان ''ترجمہ کی اہمیت''میں لکھتے ہیں:

''اصطلاحات سازی کے سلسلے میں بعض ماہرین کا کہنا ہے کہ اصطلاحات کا ترجمہ نہیں کرنا چاہیے۔ان کا کہنا ہے کہ انگریزی زبان کی اصطلاحوں کو تقریباً بین الاقوامی اصطلاحوں کا درجہ حاصل ہوگیا ہے۔لہٰذا ان کو جوں کا توں اپنا لینا چاہیے۔لیکن یہ صورت قابل قبول نہیں ہے۔کیونکہ اصطلاحوں سے جو مشتقات بنتے ہیں ان کو اُردو میں جوں کا توں اپنا لینے سے بڑی قباحت پیدا ہوجائے گی۔اس کے علاوہ اب اصطلاحوں کی اتنی کثرت ہوگئی ہے کہ اُردو میں ان کے بے محابا ستعمال سے عبارت بڑی عجیب وغریب ہوجائے گی۔لہٰذا انہیں انگریزی اصطلاحوں کو اپنانا چاہیے جو آسانی سے اُردو میں کھپ سکیں۔'' (فن ترجمہ نگاری مرتب ڈاکٹر خلیق انجم 1995 ص 65)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو اصطلاحیں موجودہ دور میں دوسری زبانوں میں رائج ہیں اور ان اصطلاحات کے تراجم اُردو میں نہیں ہیں' تو کیا ان اصطلاحات کا ترجمہ کرنا چاہیے۔اس سلسلے میں وحیدالدین سلیم کی رائے کو ترجیح دینی چاہیے کہ جو انگریزی کی اصطلاحیں عوام وخواص میں رائج ہیں اور اُن کا استعمال روزمرہ کی زندگی میں عام طور پر ب آسانی ہوتا ہے' ان میں کسی طرح کے ردوبدل کی ضرورت نہیں ہے۔اصطلاحات کی اہمیت سے ہم انکار نہیں کرسکتے کیونکہ اصطلاحات کے ذریعے ہم ان مفاہیم کو صرف ایک لفظ کی مدد سے سمجھ جاتے ہیں جس کے لیے جملے پڑھنے پڑتے ہیں۔ وحیدالدین سلیم اپنی کتاب ''وضع اصطلاحات''میں لکھتے ہیں:

''اگر اصطلاحیں نہ ہوں تو علمی مطلب کے ادا کرنے میں طولِ لا طائل سے کسی طرح نہیں بچ سکتے۔ جہاں ایک چھوٹے سے لفظ سے کام نکل سکتا ہے وہاں بڑے بڑے لمبے جملے لکھنے پڑتے ہیں اور ان کو بار بار دہرانا پڑتا ہے۔''(وضع اصطلاحات۔انجمن ترقی اُردو ہند۔دہلی ص 2)

دامنِ اُردو میں مختلف علوم کی اصطلاحات کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔یہ ذخیرہ جامعہ عثمانیہ سے لے کر قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان کی کوششوں کا ثمر ہے۔کونسل نے مختلف علوم مثلاً طبیعات' انتظامیہ' انسانیات' تاریخ وسیاسیات' جغرافیہ' حیوانیات' ریاضیات' فلسفہ نفسیات وتعلیم' کامرس' کیمیا' لسانیات' معاشیات' نباتیات' سماجیات' ترسیل عامہ' شماریات وغیرہ کی اصطلاحات تیار کروائی ہیں اور انہیں کتابچوں کی شکل میں شائع کردی ہیں۔یہ کتابچے متعلقہ مضامین کے تراجم میں بڑے مدد ومعاون ہیں۔نصابی تراجم میں ان glosseries سے ضرور استفادہ کرنا چاہیے۔اصطلاحات کی موجودگی کی حقیقت کے ساتھ تصویر کا ایک رُخ یہ بھی ہے کہ مختلف علوم انتہائی تیزی سے ترقی کررہے ہیں۔مضامین وسعت اختیار کررہے ہیں۔ ہر میدان میں نئی نئی اصطلاحیں معرض وجود میں آرہی ہیں۔ ہماری دستیاب اصطلاحیں اس تیز رفتار ترقی کے شانہ بشانہ چلنے سے قاصر ہیں۔اس لیے کہ مستقل اور منظم طور پر وضع اصطلاحات کا کام نہیں ہورہا ہے اور نہ ہی اُردو کا کوئی ایسا ادارہ ہے جو اصطلاحات کے تراجم اور تجدید میں لگا تار مصروف کار ہے۔تو ایسی صورت میں مترجم کے لیے موزوں ہے کہ وہ ہر قدم پر وضع اصطلاحات کے اُلجھنوں میں نہ پڑے اور مستعمل لفظوں کو خواہ وہ انگریزی کے ہوں یا دیگر زبانوں کے اُردو میں استعمال کرلینے کی کوشش کرے۔فارسی عربی کے امتزاج سے اگر بعض اصطلاحیں وضع بھی کرلی جائیں تو وہ یقیناً نامانوس ہوں گی۔طلبا میں ان اصطلاحات کا استعال مشکل ہوگا۔کیونکہ یہ پڑھنے میں ثقیل اور سننے میں اجنبی ہوں گی۔نصابی تراجم میں مروج اصطلاحات کو من وعن اختیار کرنے کا طریقہ اس لیے بھی احسن ہے کہ طلبا کو جماعتوں کی منزلیں عبور کرنے کے بعد عملی دُنیا میں قدم رکھنا ہے۔اُنہیں مارکیٹ کا سامنا کرنا ہے جہاں غیر مانوس الفاظ واصطلاحات کی جگہ نہ ہوگی۔جلیل قدوائی ان لفظیات واصطلاحات کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اگر بعض الفاظ استعمال میں آکر ہماری زبان کا جزو بن چکے ہیں جیسے 'ٹنکی' تو ان کے ترجمے کی خاص طور پر کیا ضرورت ہے۔میں نے انجمن کی بڑی ڈکشنری (خود ڈکشنری بھی ایسا ہی لفظ ہے) کی نظر ثانی کرتے وقت

ایسے نہ جانے کتنے الفاظ رہنے دیے یا شامل کر دیے۔مثلاً ایروگرام' کسٹوڈین' ٹیلی ویژن' تھرمامیٹر' بلاؤز' بلڈنگ پیپر' مین ہول' پیٹی کوٹ' ایمبولنس' آٹوگراف' باڈی گارڈ' انجکشن' پلاسٹک وغیرہ۔اور اگر ضرورت نہ ہو تب بھی کر دیا جائے اور ترجمہ کیا بھی جائے تو غیر زبان کے مستعمل الفاظ بھی رہنے دیے جائیں۔یہ گویا تسلیم شدہ الفاظ میں ایک طرح کا اضافہ ہوگا جو کسی طرح غیر مناسب نہ ہوگا۔ان الفاظ کو نکال دینا اتنا ہی غیر فطری اور قابل اعتراض ہوگا جیسے ہندی والوں کی یہ ضد کہ اُردو میں سے فارسی اور عربی کے آئے ہوئے برسوں کے مستعمل الفاظ کو چن چن کر خارج کر دیا جائے۔'' (مسائل ومباحث۔مطبوعہ اخبار اُردو کراچی دسمبر 1982 ص24)

اُردو میں سب سے بڑا مسئلہ سائنسی وتکنیکی اصطلاحات کا ہے۔ روز بروز نئی ایجادات ہو رہی ہیں۔سائنس وتکنالوجی کے میدان میں ہر روز نئی لفظیات سامنے آ رہی ہیں۔انفارمیشن ٹکنالوجی کے شعبے میں جدید ترین اصطلاحیں استعمال ہو رہی ہیں جن سے پہلے نہ ہمارے کان آشنا تھے اور نہ ہی ان کا استعمال ہوا تھا۔ایسی صورت میں مترجم کے لیے ایک مسئلہ ضرور پیدا ہوتا ہے کہ وہ ان لفظوں کا استعمال کس طرح کرے؟ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی انگریزی لفظ کے ایک سے زائد معنی ہوتے ہیں۔ایسی صورت میں مترجم کے لیے لازم ہے کہ وہ ایسے لفظ کا انتخاب کرے جو مکمل طور پر مطلوبہ لفظ کی توضیح پیش کر سکے۔مرزا حامد بیگ لکھتے ہیں:

''ہر انگریزی لفظ کے لیے ایک ہی لفظ کا چناؤ کیا جائے۔بشرطیکہ انگریزی الفاظ' وزن اضافی کے حامل نہ ہوں۔یعنی انگریزی لفظ کے ایک سے زائد معنی نہ ہوں۔مثلاً انگریزی لفظ ڈیفنس کے لیے اُردو میں دفاع' حفاظت اور تحفظ تین الفاظ برتے جاتے ہیں۔جبکہ لفظ دفاع میں ڈیفنس کے تمام تر معنی موجود ہیں۔اس لیے دفاع کو رائج کرنا بہتر ہوگا۔لیکن یہاں بھی احتیاط کی ضرورت ہے۔انگریزی لفظ 'ایوارڈ' کا ترجمہ عطیہ بھی ہو سکتا ہے اور 'فیصلہ' بھی۔لیکن عطیہ اس وقت لکھیں جب مفہوم رقمی ہو اور 'فیصلہ' اس وقت جب مفہوم 'ثالثی' ہو۔''

(ترجمے کی ضرورت مشمولہ فن ترجمہ نگاری۔ص40)

نصابی تراجم کے تقاضے

نصابی کتابوں کے تراجم کے لیے یہ لازمی ہے کہ اس میں ضرورت کی تکمیل کا خیال رکھا جائے یعنی ترجمہ جس مقصد سے کیا جا رہا ہے اس کی تکمیل ہو پا رہی ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں یہ بات بھی ذہن نشین ہونی چاہیے کہ نصابی کتابوں کے تراجم میں مختلف مراحل اور مختلف طریقے ہوتے ہیں جن میں مختلف موضوعات شامل ہوتے ہیں۔ان موضوعات میں بھی اس بات کی تخصیص ہوتی ہے کہ کون سے موضوعات کس جماعت کے نصاب میں شامل ہیں۔شاملِ نصاب موضوعات کے تراجم میں مخصوص طبقے کے مخصوص طلبا کی ذہنی وسعت اور فکری سطح کا خیال رکھا جانا چاہیے۔یعنی جس جماعت کے لیے ترجمہ کیا جا رہا ہے ان کی علمی اور فکری سطح کیا ہے؟ وہ کتنے مشکل الفاظ سمجھ پائیں گے اور کیسی اصطلاحات ان کے دماغ کے دریچوں میں سما سکیں گی۔محاوروں کے استعمال میں بھی اس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ وہ کس جماعت کے طلبا کے لیے لکھے جا رہے ہیں؟ اگر مصنف نے بہت سی ایسی باتیں لکھ دی ہیں جن کا ہوبہو ترجمہ مترجم کر دے تو طلبا کے جماعت میں انتشار کا باعث ہوگا تو ایسی صورت میں مترجم کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ اس کی وضاحت وصراحت اپنے تخلیقی پیرایۂ اظہار کے ذریعے کر دے۔

زبان کے استعمال میں مترجم کو آزادی ہوتی ہے۔ساتھ ہی ساتھ کچھ پابندیاں بھی ہوتی ہیں۔اگر وہ زبان کو اس انداز سے استعمال کرے کہ مخصوص جماعت کے طلبا کے لیے پریشانی کا باعث ہو تو یہ ایک مسئلہ بن جائے گا۔اس مسئلے کا حل یہی ہے کہ مترجم زبان کو اسی سطح کے اعتبار سے استعمال کرے جس سطح کے طلبا کے لیے مواد کا ترجمہ کرنا اسے مقصود ہو۔رفتہ رفتہ اپنی زبان میں تبدیلی لاتا جائے اور جوں جوں جماعت آگے بڑھتی جائے' مترجم اپنے ترجمے میں اسی جماعت کے اعتبار سے زبان میں بھی تبدیلی لاتا جائے۔ایسا کرنے سے طلبا میں ذخیرۂ الفاظ اور مترادفات واصطلاحات کی پونجی بڑھتی جائے گی اور انہیں زبان کو سمجھنے اور زبان کے

مشکل الفاظ کے معانی ذہن نشیں کرنے میں آسانی پیدا ہوتی جائے گی۔ اگر ان تمام مراحل اور طلبا کے ذہنی وفکری نشوونما کا خیال کرتے ہوئے مترجم زبان کا استعمال کرے تو نصابی کتابوں کے تراجم میں مشکلات نہیں پیدا ہوں گی۔

نصابی مترجم کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ جس سطح کے طلبا کے لیے مواد کا ترجمہ کررہا ہے' وہ اس سطح کے علمی رجحان کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ معیار کا بھی خیال رکھے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ لفظی ترجمہ کرتا جائے اور متن ادبیت سے کوسوں دور ہو جائے۔ اس لیے ایک خاص معیار کو پیش نظر رکھتے ہوئے ترجمہ کا عمل انجام دے تو اس کے کام میں کاملیت بھی پیدا ہوگی اور قطعیت بھی۔

نصابی ترجمہ کرتے وقت مترجم کے لیے لازم ہوتا ہے کہ وہ مترادفات کا استعمال کرے۔ اور اگر وہ مترادفات مشکل ہوں تو قوسین میں ان الفاظ کے معنی لکھ دے۔ یا ایک فقرے میں اس کی وضاحت کر دے۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ طلبا کے ذہن میں رفتہ رفتہ ایک معنی کے دو لفظ آ جائیں گے اور وہ انہیں استعمال کرنے پر قادر ہو جائیں گے۔ مثلاً طرز۔طریقہ' علم ۔جانکاری' خیر۔اچھائی' سمجھ۔ادراک' عقل۔فہم۔فراست' شب۔رات' روز۔دن' عرش۔سما۔چرخ' فرش۔زمین' زیر۔نیچے' چپ وراست۔دائیں بائیں' عمدہ۔بہتر' عقب۔پیچھے' مستعدی۔انہماک وغیرہ جیسے الفاظ کا استعمال کرتے ہوئے اگر ترجمہ کیا جائے تو ترجمہ معیاری بھی ہوگا اور طلبا کے حق میں بہتری بھی پیدا ہوگی۔

لغت کا بار بار دیکھنا' مختلف مترادفات کو پرکھنا اور ان میں سے بہتر لفظ کا انتخاب کرنا بھی ترجمے کے مسئلے کو آسان بنا دیتا ہے۔ اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ اصل لفظ کا صحیح مفہوم مترجم کے سامنے آ جاتا ہے اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ مترجم اپنے زعم میں غلط لفظ کا انتخاب کر لیتا ہے۔ جو اس کے ذہن کے دریچوں میں پہلے سے محفوظ ہوتا ہے اور وہ اسے صحیح سمجھ کر استعمال کرتا چلا آیا ہے یا بولتا چلا آیا ہے' حالانکہ وہ لفظ غلط ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں لغت کے استعمال سے ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ طلبا گمراہی سے بچیں گے اور صحیح لفظ اُن تک پہنچ جائے گا اور دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ مترجم کی خود بھی اصلاح ہو جائے گی۔ ترجمے میں لغت کی افادیت بیان کرتے ہوئے مسکین حجازی لکھتے ہیں:

> ''ڈکشنری مترجم کا سب سے بڑا ہتھیار ہے اور اس سے ہر ممکن مدد لینی چاہیے اور کبھی اس غلط فہمی میں نہ رہنا چاہیے کہ ہم بڑے انگریزی داں اور بڑے اُردو خواں ہیں۔ کیونکہ ممکن ہے وقت پر کسی لفظ کا صحیح اور موزوں ترجمہ نہ سوجھے اور ڈکشنری دیکھنے سے ایسا نفیس لفظ ہاتھ آ جائے جو فقرے میں جان ڈال دے۔''
>
> (فن ادارت' مسکین حجازی' مرکزی بورڈ لاہور 1976 ص 296)

ترجمہ کا فن اور ترجمے کی خصوصیت کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے سید ہاشم فرید آبادی انگریزی الفاظ کی بعینیہ پابندی کے تعلق سے رقمطراز ہیں:

> ''انگریزی سے سلیس اُردو میں ترجمہ کرنے کا ایک یہ گر مترجم کو سیکھنا لازم ہے کہ جو' جس اور جن سے فقرے کو پیچیدہ نہ بنائے۔ ان کی انگریزی میں بڑی کثرت ہوتی ہے۔ ہماری زبان میں ربط وضبط کی دوسری تدبیریں کام میں لائی جاتی ہیں۔ بیان کے متین وشگفتہ اور متعدد پیرائے اُردو میں موجود ہیں۔ سوائے فنی اصطلاحات کے بلیغ اور پرمعنی الفاظ کا ذخیرہ بھی کچھ کم نہیں ہے۔ البتہ انہیں برتنے کے لیے مترجم کی علمی استعداد بلند اور اپنے معیاری ادب سے اُسے خوب واقفیت ہونی چاہیے۔
>
> (بحوالہ فن ادارت' مسکین حجازی۔ص۔297)

نصابی تراجم کے وقت اس بات کوملحوظ رکھنا چاہیے کہ جس احساس اور تخیل کو مصنف پیش کرنا چاہتا ہے وہی تاثر ترجمہ میں بھی پیدا ہو سکے۔ وہی شدتِ فکر وخیال کی ترجمانی ترجمے میں بھی پائی جائے جو اصل تصنیف میں موجود ہے۔ ساتھ ہی نصابی کتب کے مترجم کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ وہ ترجمہ کرتے وقت مرکزی خیال کو پیش نظر رکھے اور سیاق وسباق کا خیال ذہن میں رکھتے ہوئے اپنے کام کو انجام دے۔ لفظوں کا انتخاب ایسا ہو کہ پورا تاثر واضح طور پر پیش ہو سکے۔ اگر یہ سوچ کر ترجمہ کیا جائے کہ نصابی کتاب کا مفہوم دوسری زبان میں مکمل طور پر ادا ہو جائے تو مترجم حشو وزائد اور دقیق الفاظ کے استعمال سے گریز کرے گا اور سلاست لفظی کی گنجائش ہر جگہ برقرار رکھے گا۔ اگر اس انداز سے مترجم نصابی کتابوں کے تراجم کرے گا تو متن میں کوئی پیچیدگی پیدا نہ ہوگی بلکہ اس میں ترسیل کی قوت بڑھ جائے گی۔ اس طرح کا ترجمہ مکمل اور بہتر ترجمہ ہوگا جو متعلقہ مضمون میں اضافے کا باعث تو ہوگا ہی نصابی تراجم میں ایک خوبصورت مثال بھی بن سکے گا۔

نصابی کتابوں کے تراجم کے وقت اگر بعض الفاظ عربی فارسی کے آئیں اور جنہیں استعمال کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو تو اُن لفظیات میں اعراب بھی لگا دیے جائیں۔ بہت سے الفاظ ایسے ہوتے ہیں جو لکھنے میں یکساں ہوتے ہیں لیکن اس کی قرأت مختلف طور سے ادا کی جاتی ہے۔ اور اعراب کے بدلنے سے اس کے معانی بدل جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں اس لفظ پر اعراب لگانا ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً شیر کو ہم دودھ کے معنی میں بھی استعمال کرتے ہیں اور شیر کو ایک جانور کے طور پر بھی جانتے ہیں۔ تَرک اور تُرک، پیر اور پیِر، عالَم اور عالِم، عِلم اور عَلم، مَشک اور مُشک، مُسلم اور مُسلّم، مَحرم اور محرّم، گُل اور گَل وغیرہ جیسے الفاظ پر اعراب لگانا ضروری ہے۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ طلبا کے ذخیرۂ الفاظ میں اضافہ ہوگا اور ساتھ ہی مواد کو سمجھنے میں طلبا کو پریشانی نہیں ہوگی۔

نصابی مترجمین کے لیے مناسب ہے کہ مخففات کا استعمال انگریزی میں ہوا ہے تو ترجمے میں اس کی وضاحت کر دیں۔ مثال کے طور پر لفٹنٹ کرنل کا انگریزی مخفف .Lt.Col ہے میجر اور کیپٹن کو مختصراً .Maj اور .Cap لکھا جاتا ہے۔ گورنمنٹ کے لیے انگریزی میں .gov اور ڈپارٹمنٹ کے لیے .Deptt سے کام چلا لیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں مختلف مخففات کی تفصیل یعنی مکمل لفظ لکھنا چاہیے۔ اگر گوَوٹ (.Govt) کو اُردو میں گورنمنٹ یا حکومت نہیں لکھیں گے تو اسے کوئی نہیں سمجھ سکے گا۔ اُردو میں انگریزی مخففات کی طرح مخففات موجود نہیں ہیں اس لیے ایسی صورت میں اُردو میں پورے الفاظ ہی لکھنے چاہئیں۔ البتہ ایسے مشہور مخففات مثلاً ایم پی، ایم ایل اے، آئی پی ایس، آئی اے ایس، یو پی ایس سی وغیرہ اُردو میں بھی لکھے جاسکتے ہیں۔

خصوصی توجہ کا طالب

نصابی تراجم کے لیے ایک قومی زبان کا تصور قائم کیے جانے کی بھی ضرورت ہے۔ اُردو بلاشبہ نہ صرف ایک قومی بلکہ بین الاقوامی زبان ہے۔ ہر جگہ اس کے بولنے اور سمجھنے والے موجود ہیں تاہم نصابی کتابوں میں الفاظ کے املا اور اصطلاحات کے استعمال میں فرق کی وجہ سے بچوں میں شک وشبہ پیدا ہوتا ہے۔ بعض جگہ انگریزی الفاظ کے آخر میں 'ز' کے اضافے سے جمع بنائی جاتی ہے مثلاً کالجز، کلاسز، کورسز وغیرہ جبکہ انہیں الفاظ کو بعض دیگر علاقوں میں کالجس، کلاسس اور کورسس لکھتے ہیں۔ یعنی آخر میں 'ز' کی بجائے 'س' لگا دیتے ہیں۔ اُسی طرح کہیں میچ ہے تو کہیں میاچ۔ کہیں بیٹ ہے تو کہیں بیاٹ۔ کہیں کونسل ہے تو کاؤنسل وغیرہ۔ بلیک بورڈ کے لیے تختۂ سیاہ رائج ہے لیکن اکثر جگہ اُسے انگریزی ہی میں لکھ دیتے ہیں۔ مگر میں نے بعض جگہ پر اس کا املا بلیک کی بجائے بلاک بورڈ دیکھا ہے جو ہماری توجہ بلاک یعنی block کی طرف مبذول کراتا ہے۔ لہذا انگریزی الفاظ اور بہت ساری اصطلاحات کو یکساں طور پر لکھے جانے کا کوئی میکانزم تیار ہونا چاہیے۔ میرے خیال میں اس سلسلے میں اُردو یونیورسٹی اور اُردو کونسل جیسے بڑے ادارے مشترکہ طور پر پیش قدمی کر سکتے ہیں۔

نصابی تراجم میں مشین سے استفادہ

عصر حاضر میں ترجمے سے کمپیوٹر کے رشتے کافی مستحکم ہو گئے ہیں جسے عام فہم زبان میں مشینی تراجم کا نام دیا جاتا ہے۔ آج نیٹ پر کئی ایسی سائٹس موجود ہیں

جن کی مدد سے ہم مختلف زبانوں کا مختلف زبانوں میں آن لائن ترجمہ کر سکتے ہیں۔ گوگل سرچ انجن میں ٹرانسلیشن آپشن پر جا کر ہم کئی درجن عالمی زبانوں کا باہمی ترجمہ کر سکتے ہیں جن میں عربی، فارسی اور ہندی بھی شامل ہے۔ مشینی تراجم کے تعلق سے ادبی حلقوں میں جو سب سے بڑا اعتراض ہے وہ یہ ہے کہ مشین الفاظ کے متبادل تو بتا سکتی ہے لیکن اُس کی تہوں تک نہیں پہنچ سکتی۔ یہ شکایت تخلیقی ادب کی حد تک اور خاص طور پر شاعری کے معاملے میں بجا ہے لیکن علمی تراجم میں مشینیں کافی مفید ثابت ہوں گی۔

ہندوستان میں مشین ٹرانسلیشن پر وزارت انفارمیشن ٹکنالوجی کے تحت گیارہ ہندوستانی زبانوں میں کام ہو رہا ہے جس میں اُردو ہندی کے علاوہ تلگو، تمل، کنڑ، ملیالم، مراٹھی، گجراتی، بنگالی، پنجابی اور اُڑیا شامل ہیں۔ یہ پروجیکٹ باضابطہ طور پر ستمبر 2006ء میں شروع ہوا ہے۔ اس کی تکمیل کے بعد ان زبانوں کا کوئی بھی مواد ان میں سے کسی بھی زبان میں دستیاب رہے گا۔ واضح رہے کہ ان گیارہ زبانوں میں چونکہ انگریزی شامل نہیں ہے اس لیے اس پروجیکٹ کے کامیاب ہونے کے باوجود انگریزی سے اُردو میں ترجمہ ممکن نہیں ہوگا، جو دراصل اُردو کے لیے سب سے اہم اور بنیادی ضرورت ہے۔

دُنیا بھر میں لسانیات اور کمپیوٹر ٹکنالوجی کے ماہرین اس کام میں لگے ہوئے ہیں کہ اُردو کے لیے بھی ایک خودکار ترجمہ کا پیکیج تیار ہو جائے۔ پاکستان میں مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، نیشنل یونیورسٹی فار سائنس اینڈ ٹکنالوجی، لاہور اور ہندوستان میں وزارت انفارمیشن ٹکنالوجی حکومت ہند اور شعبہ ترجمہ مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی حیدرآباد سے اس سلسلہ میں بجا طور پر امیدیں وابستہ ہیں۔ مقتدرہ قومی زبان، پاکستان نے کثیر الفاظ پر مشتمل ای ڈکشنریوں کے علاوہ MS Office میں کارکرد فونٹس اور اُردو کی بورڈ وغیرہ تیار کر لیے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ دُنیا بھر میں اُردو زبان میں مشینی ترجمے کے میدان میں ہو رہے علمی اور تحقیقی کاموں کے درمیان اشتراک اور ہم آہنگی پیدا کی جائے اور ایک مشترکہ لائحہ عمل ترتیب دیتے ہوئے کاموں کو تقسیم کر کے اہداف کو حاصل کیا جائے۔ یقیناً اُردو میں مشینی ترجمے کے چند مسائل ہیں لیکن ان پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ بین الاقوامی سطح پر اس ضمن میں عربی اور فارسی زبانوں میں مشینی تراجم کے میدان میں ہوئی کامیابیوں سے استفادہ ممکن ہے وہیں ملک میں اُردو کی بہن کہی جانے والی زبان ''ہندی'' میں مشینی تراجم کی کامیابیوں سے استفادہ نہ کرنا بڑی نادانی ہوگی۔ یہ ذمہ داری ان تمام محبان اُردو پر عائد ہوتی ہے جو ماہرین ادب و لسان ہیں یا انجینئرنگ، کمپیوٹر اور انفارمیشن ٹکنالوجی سے تعلق رکھتے ہیں۔ بطور خاص ترجمہ کے میدان میں کام کرنے والے افراد کو اس ضمن میں آگے بڑھ کر ذمہ داری کو اپنے کاندھوں پر لینا چاہیے۔ یہ کام ایک نہایت ہی سنجیدہ فیصلہ اور طویل مدتی منصوبہ بندی اور استقامت و استقلال کا متقاضی ہے۔ نصابی تراجم کی راہ میں مشینی تراجم حد درجہ مفید ثابت ہوں گے۔

آخر میں، میں اپنی اوپر کہی بات کو ایک بار پھر دہراؤں گا کہ عصر حاضر میں نصابی تراجم کوئی مشکل ہدف نہیں ہے۔ البتہ اوپر بیان کیے گئے طریقوں کے ساتھ مترجمین میں اُردو کے تئیں اخلاص کی بھی ضرورت ہے۔ کئی باصلاحیت لوگ ترجمے کے کام میں محض اس لیے دلچسپی نہیں لے پاتے ہیں کہ اُس میں خاطر خواہ محنتانہ نہیں مل پاتا۔ ہم ترجمے کے کام کو صرف معاوضے اور مراعات کے ترازو پر نہ تولیں ورنہ جدید علوم و فنون غیر زبانوں میں مقید رہ جائیں گے۔ اُن کا اُردو حلقے میں پہنچنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ دوسری طرف، اگر ہم اخلاص اور اُردو دوستی کے جذبے سے سرشار ہو کر ترجمے کے کام میں دلچسپی لینے لگیں تو معلوم ہوگا کہ یہ راہ نہ تو سنگلاخ ہے اور نہ ہی اس میں رکاوٹیں ہیں۔